سوال

ایک لڑکی کا والد دوسرے ملک گیا، اس کے جانے کے بعد دادے نے پوتی کی شادی کردی اور پوتی اسے ناپسند کرتی تھی دادے نے لڑکی کے والد کو بھی نہ بتایا اس کا خیال تھا کہ والد اس پر موافق ہے اور اس طرح شادی ہوگئی، اور جب والد کو اس شادی کا علم ہوا تو اس نے اس شادی سے انکار کیا اور اس کی طلاق لینے کے عزم کا ظاہر کر دیا، اور جب والد سفر سے واپس آیا تو فیصلہ واپس لے لیا اور رخصتی کے طویل عرصہ بعد لڑکی نے بھی اس شادی کو منظور کرلیا، توکیا یہ عقد نکاح صحیح ہے؟ اور اس مدت کے متعلق کیا حکم ہے جس میں وہ اس شادی سے انکار کرتی رہی، اور کیا باپ کے علم کے بغیر دادا کو اس شادی کا حق حاصل تھا؟ اور اب اس شادی کو کئی برس گزرنے کے بعد ان لوگوں پر کیا لازم آتا ہے؟

جواب

الحمد للہ

اول :

نکاح صحیح ہونے کے لیے شرط ہے کہ عقد نکاح کے وقت ولی یا اس کا وکیل موجود ہو اور وہ نکاح کرے؛ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :

"ولی اور دو عادل گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوتا"

اسے امام بیہقی نے عمران اور عائشہ رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کیا اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الجامع حدیث نمبر (7557) میں اسے صحیح قرار دیا ہے

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :

"جو عورت بھی ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کریگی اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے"

مسند احمد حدیث نمبر (24417) ابوداود حدیث نمبر (2083) سنن ترمذی حدیث نمبر (1102) علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الجامع حدیث نمبر (2709) میں اسے صحیح قرار دیا ہے

عورت کا ولی اس کا باپ پھر اس کا بیٹا اور پوتا (اگر اس کا بیٹا ہو) پھر اس کا سگا اور حقیقی بھائی، پھر باپ کی جانب سے بھائی، پھر ان کے بیٹے، پھر عورت کے چچا، پھر چچا کے بیٹے پھر باپ کے چچا، پھر حکمرا"

دیکھیں : المغنی (355/9).

قریبی ولی کی موجودگی اور اس کے حاضر ہونے یا وکیل بنانے کے امکان کی صورت میں دور والا ولی عورت کی شادی کرنے کا حق نہیں رکھتا

اور اگر قریبی ولی کی غیر موجودگی میں دور والا ولی کسی لڑکی کی شادی کردے تو اس میں اہل علم کا اختلاف پایا جاتا ہے، کچھ تو کہتے ہیں کہ : اگر وہ غیاب منقطع ہو یعنی اس کی کوئی خبر نہ ہو تو پھر دور کے ولی کو شادی کا حق ہے، اور کچھ کہتے ہیں کہ اگر قریب کے ولی سے رابطہ ممکن نہ ہو اور برابر کا مناسب رشتہ نہ ملنے کا خوف پیدا ہو جائے تو پھر دور کا ولی شادی کر سکتا ہے

اور کچھ کہتے ہیں کہ : کسی بھی حالت میں دور کا ولی شادی نہیں کر سکتا، بلکہ اس کی شادی حکمران کریگا

الموسوعۃ الفقھیۃ میں درج ہے :

" جمہور علماء کے ہاں بغیر ولی کے نکاح صحیح نہیں، اور نکاح میں قریب ترین ولی کا خیال رکھا جائیگا، کہ قریب ترین ولی شادی کرے، اور اگر قریب ترین ولی غائب ہو تو پھر علماء کا اختلاف ہے :

احناف اور حنابلہ کہتے ہیں : جب قریب کا ولی غائب ہو اور اس کا رابطہ بھی نہ ہو تو دور کے ولی کے لیے شادی کرنا جائز ہے، مثلا اگر باپ غائب ہے تو پھر دادا شادی کریگا، اور یہ حکمران پر مقدم ہوگا، بالکل اسی طرح اگر قریب والا فوت ہو جائے

اور احناف کے ہاں منقطع غائب کی حد یہ ہے کہ وہ کسی ایسے علاقے میں ہو جہاں سے سال میں صرف ایک بار قافلہ آتا ہو، اور قدوری نے بھی یہی اختیار کیا ہے

اور ایک قول یہ ہے کہ : مدت کی کم از کم مدت پر ہو، کیونکہ اس کی زیادہ مدت کی انتہاء ہی نہیں

اور ایک قول یہ ہے کہ : جب اس حالت میں ہو کہ ولی کی رائے جاننے کے لیے وقت چاہیے اور اس سے برابر کا مناسب رشتہ نہ ملنے کا خوف ہو

اور حنابلہ کہتے ہیں کہ : منقطع غائب یہ ہے کہ جس مساف کو مشقت و تکلیف سے ساتھ قطع کیا جائے، البھوتی نے موفق سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے : یہی اقرب الی الصواب ہے تو اس طرح مقطع غائب قصر کی مسافت سے زائد ہوگا، کیونکہ اس سے کم مسافت حاضر کے حکم میں ہوتا ہے

اور مالکیوں کے ہاں یہ ہے کہ اگر قریب ترین ولی غائب ہو تو غائب کی لڑکی کی شادی حکمران کریگا کوئی اور ولی نہیں اور ولی مجبر کی اجازت کے بغیر اس کی شادی کرنا نہ تو حکمران کے لیے جائز ہے اور نہ ہی دوسرے ولیوں کے لیے

حتی کہ ان کا کہنا ہے اگر ولی کی اجازت کے بغیر حکمران یا کسی دوسرے ولی نے شادی کر بھی دی تو اس کا نکاح فسخ ہو جائیگا چاہے ولی نے علم ہونے کے بعد اسے برقرار بھی رکھا، اور چاہے اولاد بھی پیدا ہو گئی

اور شافعی حضرات کا کہنا ہے : اگر نسب اور ولاء کے اعتبار سے قریب ترین ولی دو مرحلوں کی مسافت پر غائب ہو اور اس علاقے میں کسی کو وکیل بھی نہ بنایا ہو یا پھر قصر کی مسافت پر دو اس علاقے کا حکمران یا اس کا نائب اس کی شادی کریگا، نہ کہ اس علاقے کے علاوہ کوئی اور حکمران، اور صحیح یہی ہے کہ دور کا ولی بھی اس کی شادی نہیں کریگا " انتہی مخصرا

دیکھیں : الموسوعۃ الفقھیۃ (322/31).

اور " زاد المستقنع " میں ہے کہ :

" اگر قریب ترین ولی اس کی شادی نہ کرے، یا اس میں اہلیت نہ ہو، یا پھر غائب منقطع ہو جس میں اسے ملنے کے لیے مشقت و تکلیف اٹھانی پڑے تو دور کا ولی اس کی شادی کریگا "

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کہتے ہیں :

" قولہ : " یا غائب منقطع ہو جس کو پانے کے لیے مشقت و تکلیف اٹھانا پڑے تو دور کا ولی اس کی شادی کریگا " یعنی عورت کا مثلا باپ یا بھائی یا اس کا ولی غائب ہو تو اس کی شرح کرتے ہوئے کہا ہے کہ : اس تک جانے کے لیے مشقت و تکلیف ہو تو دور کا ولی اس کی شادی کریگا

اور مؤلف رحمہ اللہ نے اس غیبوبت کی قید یہ لگائی ہے کہ اس کو مشقت اور تکلیف کے ساتھ قطع کیا جائے، تو وقت اور دور کے اعتبار سے یہ مختلف ہوگی، پہلے دور میں شہروں کے درمیان مسافت طے کرنے میں مشقت و تکلیف تھی، لیکن اب تو اتنی سہولت ہو چکی ہے کہ سفر کی ضرورت ہی نہیں رہی، بلکہ ٹیلی فون کے ذریعہ سے بات چیت کی جا سکتی ہے، یا پھر وکالت نامہ لکھ کر فیکس کر سکتا ہے، لہذا مسئلہ تبدیل ہو چکا ہے

اور بعض اہل علم نے قید لگائی ہے کہ اگر غائب ایسا ہو کہ وہ رشتہ ہی نکل جائے یعنی مثلا وہ شخص کہے کہ میں دو تین یا دس دن یا ایک ماہ تک انتظار نہیں کر سکتا مجھے ایک دن میں ہی بتاؤ وگرنہ میں رشتہ نہیں کرتا

تو اس صورت میں بعض اہل علم کہتے ہیں کہ اگر غائب ہونے کی بنا پر برابری کا رشتہ ہاتھ سے نکل جانے کا خدشہ ہو تو اس کی ولایت ساقط ہو جائیگی

یہ کہنا چاہیے کہ: اگر ولی سے رابطہ کرنا ممکن ہو تو پھر دور کا ولی اس کی شادی نہ کرے؛ اس میں سبب یہ ہے کہ اگر اس حالت میں رابطہ ہو سکنے کے باوجود یہ کہیں کہ دور کے ولی کے لیے اس کی شادی کرنا جائز ہے تو اس سے بد نظمی پیدا ہوگی، اور ہر انسان جو کسی عورت سے شادی کرنا چاہے گا تو والد کے سفر مثلا حج وغیرہ پر جانے کی صورت میں لڑکی کے چچا کے پاس جا کر رشتہ طلب کریگا اور کہے گا کہ میرے ساتھ اس کی شادی کر دو، تو اس طرح ایسی بد نظمی پیدا ہوگی جس کی کوئی حد نہیں، چنانچہ صحیح یہی ہے کہ قریب ترین ولی کا خیال کرنا ہوگا اور خاص کر والد میں اس لیے اس کی شادی ایسی صورت میں کی جائیگی جب ایسا کرنا ممکن نہ ہو

مثلا اگر فرض کریں کہ باپ یورپی ممالک میں ہے اور اس کے متعلق ہمیں خبر بھی نہیں تو یہاں ہم کہیں گے اس شخص کو تلاش کرنے کے لیے لڑکی کی مصلحت کو ختم نہیں کریں گے کیونکہ ممکن ہے اس سے رابطہ کرنے اور تلاش کرنے میں دو یا تین ماہ یا ایک برس لگ جائے اور ہمیں اس کی خبر نہ ہو

اس لیے صحیح یہی ہے کہ جب قریب ترین ولی سے رابطہ کرنا ممکن ہو تو یہ واجب ہے، اور اگر ممکن نہیں اور برابر اور مناسب رشتہ کھو جانے کا خدشہ ہو تو پھر دور کا ولی اس کی شادی کر سکتا ہے" انتہی

دیکھیں: الشرح الممتع (12/89-91).

دوم:

نکاح صحیح ہونے کے لیے خاوند اور بیوی کی رضامندی شرط ہے، اور باپ کے علاوہ کسی دوسرے ولی کو جمہور فقھاء کے ہاں اپنی بالغ اور کنواری بیٹی کو نکاح پر مجبور کرنا جائز نہیں، اس لیے دادے کو کنواری اور عقلمند لڑکی کو نکاح پر مجبور کرنے کا حق نہیں، اگر وہ اس کا نکاح کر دے اور لڑکی اس کو پسند نہ کرتی ہو تو یہ نکاح صحیح نہیں ہوگا

مزید تفصیل کے لیے دیکھیں: الموسوعۃ الفقھیۃ (41/259-267).

راجح یہی ہے کہ باپ بھی عاقل و بالغ کنواری بیٹی کو نکاح پر مجبور نہیں کر سکتا، بلکہ اس سے اجازت لینی ضروری ہے؛ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

" (پہلے خاوند والی) شادی شدہ عورت کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہیں ہوتا، اور نہ ہی کنواری کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح کیا جائیگا، صحابہ کرام نے عرض کیا: اس کی اجازت کس طرح ہوگی؟

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی اجازت اس کا سکوت اور خاموشی ہے "

صحیح بخاری حدیث نمبر (5136) صحیح مسلم حدیث نمبر (1419).

اوپر فقہاء کرام کی جو کلام بیان ہوئی ہے اس کی بنا پر اور باپ ایسا غائب نہیں کہ اس تک جانے میں مشقت برداشت کرنی پڑے کیونکہ اب تو مسافر کے ساتھ رابطہ کرنے میں بالکل آسان ہے اور اس کے ساتھ کہ جب اسے نکاح کا علم ہوئے تو وہ اس کا انکار کرے، اور یہ بھی کہ بیوی اثنائے عقد میں بیوی اس شادی کو ناپسند کر رہی ہو، چنانچہ ہماری رائے تو یہی ہے کہ نکاح کی تجدید کر لی جائے، اور اگر ان کی اولاد ہے تو وہ اپنے باپ کی جانب منسوب ہونگے؛ کیونکہ اس نے نکاح کیا تو وہ اس کو صحیح سمجھتا تھا

اولیاء کو چاہیے کہ وہ اللہ کا تقوی اختیار کریں، اور عورتوں کا نکاح ایسی شخص سے مت کریں جسے وہ ناپسند کرتی ہیں، اور وہ حدود اللہ کا خیال رکھیں، اور جس کو مقدم کرنا حق ہو اس پر کسی اور کو مقدم مت کریں

اللہ سبحانہ وتعالی سے دعا ہے کہ سب کے حالات کی اصلاح فرمائے

واللہ اعلم.

اسلام سوال وجواب

121423